از شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

فرعون

امام الصوفیاء حضرت الشیخ محی الدین بن عربی قدس اللہ سرہ العزیز سے منسوب ایک قول میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ فرعون نے جب غرق ہوتے وقت اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار کیا تو اس کا ایمان قبول ہو گیا تھا اور وہ شہادت سے ہمکنار ہوا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک استفسار کے جواب میں اس دعویٰ کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔ (ادارہ)

ایمانِ فرعون کے بارے میں جو کچھ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، وہ جمہور کی رائے کے خلاف ہے۔ استدلال کی سخافت سے شبہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ قول ان کا نہیں بلکہ جیسا بعض علماء کا قول ہے کہ ملاحدہ نے ان کی کتاب میں اپنی طرف سے زیادہ کر دیا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقالہ پر رد کے لیے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے جس کو عرصہ ہوتا ہے میں نے مدینہ منورہ زید شرفہا میں دیکھا تھا۔ یہ نہیں معلوم کہ وہ چھپ گیا ہے یا نہیں؟

۱ استدلال میں اولاً امراۃ فرعون رضی اللہ عنہا کا قول پیش کیا گیا ہے مگر یہ استدلال نہایت کمزور ہے، جس وقت یہ قول ان سے صادر ہوا جب تک وہ خود بھی ایمان نہیں لائی تھیں پھر ان کا عالم الغیب ہونا یا امور مستقبلہ پر مطلع ہونا کسی وقت میں بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کا کشف والہام کسی نزاعی شرعی حجت ہو سکتا ہے۔ پھر کس طرح یہ قول قابلِ استدلال ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر محض ان کے قول کو نقل فرمایا ہے۔ اس کی تصحیح اور تصدیق نہیں فرمائی۔ یہ عادت اقوال صحیحہ اور باطلہ دونوں میں جاری ہے۔ نیز قرۃ العین ہونا، محبوبیہ سے کنایہ ہے جو کہ القیت علیک محبۃ منی (اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے) کا نتیجہ تھا، اس لیے ہر مومن اور غیر مومن کے اس زمانہ طفولیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام محبوب اور قرۃ عین تھے۔ اس سے ایمانِ فرعون پر استدلال نہایت ہی کمزور ہے، بالخصوص جبکہ اس کے خلاف قواعد کلیہ اور آیات جزئیہ دونوں کھلے بندوں دلالت کر رہی ہوں۔

علیٰ ہذا القیاس اس کو آیت قرار دینا بھی اسلام پر دال نہیں۔ ہر وہ شے جس سے جناب باری عزاسمہ کے صفات و افعال و ذات پر کسی وجہ سے استدلال ہو سکتا ہو، وہ آیۃ ہو سکتی ہے۔ اس میں ذی روح ہونے کی بھی شرط نہیں ہے چہ جائیکہ اسلام مشروط ہو۔

قواعدِ کلیہ شرعیہ جو کہ قطعی طور پر اس کے بطلان کے شاہد ہیں

فلما راوا باسنا قالوا اٰمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکافرون (پ ۲۴ ع ۱۳)

(ترجمہ) پھر جب انہوں نے دیکھ لیا ہماری آفت کو بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو شریک بتلاتے تھے پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں اور خراب ہوئے اس جگہ منکر۔

اس آیت سے قاعدہ کلیہ اور سنت الٰہی کا پتہ چلتا ہے کہ عذاب الٰہی کے دیکھنے کے بعد ایمان معتبر نہیں، دوسری جگہ

ارشاد ہے:

فلما احسوا بأسنا اذا هم منها يركضون لا تركضوا وارجعوا الى ما اترفتم فيه ومساكنكم لعلكم تسئلون. قالوا يا ويلنا انا كنا ظالمين. فما زالت تلك دعواهم حتى جعلناهم حصيدا خامدين

(انبیاء پ ۱۷ ع ۲)

(ترجمہ) پھر جب آہٹ پائی انہوں نے ہماری آفت کی تب لگے وہاں سے بھاگنے، مت بھاگو اور لوٹ جاؤ جہاں تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں میں شاید تم کو کوئی پوچھے۔ کہنے لگے ہائے خرابی ہماری ہم تھے گنہگار، پھر برابر یہی رہی ان کی فریاد یہاں تک کہ ڈھیر کر دیے گئے کاٹ کر بجھے پڑے ہوئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فلولا كانت قرية امنت فنفعها ايمانها الا قوم يونس لما امنوا كشفنا عنهم عذاب الخزى فى الحيوة الدنيا ومتعناهم الى حين (پ ۱۱ ع ۱۰ یونس)

(ترجمہ) سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر کام آتا ان کو ایمان لانا مگر یونس کی قوم جب وہ ایمان لائی، اٹھا لیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگانی میں اور فائدہ پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک۔

الغرض عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان لانا نفع دینا' اس قاعدے کلیے سے صرف قوم یونس علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ تھی کہ حقیقتاً ان پر عذاب نہیں آیا تھا بلکہ حضرت یونس علیہ السلام کی جلد بازی کی بنا پر صورتِ عذاب نمودار کی گئی تھی۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام پر اس جلد بازی پر عتابات متعددہ وارد کیے گئے تھے۔ اس قاعدے کلیے کو سورۂ نساء میں مندرجہ ذیل کلمات کے ساتھ مشرح فرمایا گیا ہے:

وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت الئن ولا الذين يموتون وهم كفار اولئك اعتدنا لهم عذابا اليما.

اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کیے جاتے ہیں برے کام، یہاں تک کہ جب سامنے آجاوے ان میں سے کسی کو موت تو کہنے لگا: میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت کفر میں، ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک (پ ۴ ع ۳)

جس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ موت حاضر ہو جانے کے وقت میں (جب کہ علاماتِ موت ظاہر ہو جائیں اور انسان کو عالم غیب کی اشیاء دکھائی دینے لگیں) توبہ مقبول نہیں ہے۔ نہ عذابِ دنیوی دُور ہوتا ہے اور نہ عذابِ آخرت سے رستگاری ہوتی ہے۔ نیز ان آیات نے صاف طور پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ فرعون جس نے، ادراکِ غرق اور عذابِ الہٰی کے مشاہدے کے بعد ایمان کے کلمات کہے' وہ ایماندار عند اللہ اور عند الشرع نہیں ہوا اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہوئی۔ ادراکِ غرق کا مرتبہ تو رویتِ عذابِ الہٰی اور رویتِ یاس لوازمی سے بعد کا ہے جب کہ رویت ہی سے ایمان کا نفع دینا ممنوع ہو جاتا ہے تو ادراکِ عذاب سے بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ حضرت موسیٰ کا فرعون اور فرعونیوں کے لیے بددعا میں ارشاد فرمانا فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم خود اس کے لیے شاہدِ عدل ہے۔ اگر ایسے وقت میں ایمان نافع ہوتا تو اس بددعا کے کوئی معنی نہیں تھے، حالانکہ یہ دعا مقبول ہوئی اور فرمایا گیا، قد اجيبت دعوتكما اور اسی بددعا کا بھی اثر تھا کہ فرعون نے مرتے وقت تک ایمان قبول نہ کیا؛ بہرحال ان آیات سے جو حکم اور قاعدۂ خداوندی مفہوم ہوتا ہے وہ نہایت قوی ہے اور فصوص الحکم میں جو استدلال ذکر کیا گیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کوئی بھی وقعت اور قوت نہیں رکھتا۔ غور فرمائیے۔

فرعون کے متعلق آیات خصوصیہ بھی جمہور ہی کی تائید کرتی ہیں۔ سورۂ ہود (علیہ السلام) رکوع ۹ میں فرمایا جاتا ہے۔

ولقد ارسلنا موسى باياتنا وسلطان مبين الى فرعون وملائه فاتبعوا امر فرعون وما امر فرعون برشيد يقدم قومه يوم القيامة فاوردهم النار وبئس الورد المورود واتبعوا في هذه لعنة ويوم القيمة بئس الرفد المرفود۔

(ترجمہ) اور البتہ ہم بھیج چکے ہیں موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پھر وہ چلے حکم پر فرعون کے اور نہیں بات فرعون کی کچھ کام کی۔ آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچائے گا ان کو آگ پر اور برا گھاٹ ہے جس پر پہنچے، اور پیچھے سے ملتی رہی اس جہاں میں لعنت اور دن قیامت کے بھی، برا انعام ہے جو ان کو ملا۔

آیت مذکورہ بالا یقدم قومہ الخ کے جملے پر غور کریں اگر اسکا ایمان عنداللہ معتبر ہوتا ہے تو دوزخ کے داخل کرنے میں وہ سب سے آگے آگے کیوں ہوتا اور دنیا و آخرت میں لعنت کیوں اس پر کی جاتی، بالخصوص صاحب فصوصؒ کے اس قول کی بنا پر فقبضه طاهرا ومطهرا ليس فيه شيء من الخبث لانه قبضه عند ايمانه قبل ان يكتسب شيئا من الآثام والاسلام يجب ما قبله (فرعون دنیا سے طاہر اور مطہر گیا، اس کے اندر کوئی گناہ نہیں رہا۔ کیونکہ اس کی موت قبل اس کے کہ کچھ گناہ کرے ایمان کے ساتھ ہو گئی اور اسلام ماقبل گناہوں کو محو اور قطع کر دیتا ہے) تو اس آیت کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے اور بالکل ہی تناقض لازم آتا ہے۔

نوٹ: یہ تاویل کرنا کہ ضمیریں صرف ملاء کی طرف راجع ہیں فرعون اس میں داخل نہیں ہے، خلاف عربیت اور خلاف لسانِ عربی ہے بالخصوص جبکہ یقدم اور قومہ کی ضمیر خصوصیت کے ساتھ فرعون ہی کی طرف راجع ہوتی ہے، اس لیے آئندہ کی ضمیریں مجموعہ کی طرف ہی عائد ہوں گی۔

نیز یہ تاویل کہ وہ اپنی قوم کو تو داخل فی النار کرا دے گا مگر خود داخل نہیں ہوگا بالکل غلط ہے۔ اگر اس کا اثر بالمعصیت معصیت نہیں رہا تھا اور اسلام نے حسب ارشاد یجب ماقبلہ گزشتہ کو محو کر دیا تھا، تو پھر یہ جزا یقدم قومہ الخ کیوں دی گئی اور وہ آگا آگا کیوں بنایا گیا اور جب کہ وہ طاہر اور مطہر لیس فیہ شیء من الخبث ہے تو قیامت میں یہ معاملہ کیوں ہے، ایسے لوگوں کے لیے تو ارشاد کیا گیا ہے۔ لا یسمعون حسیسہا یعنی دوزخ کی گرمی اور تغیظ زفیر و شہیق وغیرہ سے ان تک نہیں پہنچتی ہے، کیا اس ایلاد قوم میں وہ خود عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا۔ سورۃ قصص رکوع ۴ پارہ ۲۰ میں ہے:

واستكبر هو وجنوده في الارض بغير الحق وظنوا انهم الينا لا يرجعون فاخذناه وجنوده فنبذناهم في اليم فانظر كيف كان عاقبة الظالمين وجعلناهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيمة لا ينصرون واتبعناهم في هذه الدنيا لعنة ويوم القيامة هم من المقبوحين۔

اور بڑائی کرنے لگے وہ اور اس کے لشکر ملک میں ناحق اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے، پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں، سو دیکھ لیا کیسا انجام ہوا گنہگاروں کا اور کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور قیامت کے دن ان کو مدد نہ ملے گی اور پیچھے رکھدی ہم نے ان پر اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن ان پر برائی ہے۔

ان آیات پر غور فرمایئے، استکبار کی معصیت میں فرعون کی نسبت خاص طور پر ذکر کی گئی اور پھر مابعد کی ضمیریں مجموعہ کی طرف عائد کی جا رہی ہیں نیز ائمۃ یدعون الی النار کا حقیقی مصداق خود فرعون ہے، اس کے ملاء کے لوگ تو ثانیاً و بالعرض ہوں گے اور ان سب کو قیامت میں مقبوح فرماتے ہیں، کیا ایمان اور اس کے آثار کے ہوتے ہوئے یہ جزائیں مترتب ہو سکتی ہیں، آیت:-

الشریعۃ اکیڈمی کے زیرِ اہتمام مضمون نویسی کا پہلا سہ ماہی انعامی مقابلہ

عنوان: "کیا اسلامی قوانین انسانی حقوق سے متصادم ہیں؟"

مقابلہ میں صرف دینی مدارس کے طلباء حصہ لے سکتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے کسی بھی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے مدرسہ کے طالب علم مہتمم مدرسہ کی طرف سے اپنے طالب علم ہونے کی تحریری تصدیق کے ساتھ مضمون بھجوا سکتے ہیں۔ مضمون "الشریعۃ" کے چھ تا آٹھ صفحات پر مشتمل ہو، جذباتیت اور لغافظی سے گریز کرتے ہوئے منطق و استدلال کے ساتھ اپنے موقف کا اظہار کیا گیا ہو اور ۱۵ جون تک اکیڈمی کو موصول ہو جائے۔

پروفیسر غلام رسول عدیم، حافظ مقصود احمد ایم اے اور پروفیسر حافظ عبید اللہ عابد پر مشتمل بورڈ اوّل، دوم اور سوم آنے والے مضامین کا فیصلہ کرے گا اور بورڈ کا فیصلہ آخری ہوگا۔

اوّل آنے والے مضمون پر دو سو روپے کی کتب اور ایک سال کے لیے ماہنامہ "الشریعۃ"، دوم آنے والے مضمون پر ڈیڑھ سو روپے کی کتب اور ایک سال کے لیے ماہنامہ "الشریعۃ"، سوم آنے والے مضمون پر ایک سو روپے کی کتب اور ایک سال کے لیے ماہنامہ "الشریعۃ" بطورِ انعام جاری کیا جائے گا اور تینوں مضامین ماہنامہ "الشریعۃ" میں شائع کیے جائیں گے ان شاء اللہ العزیز۔

منجانب: ڈائریکٹر الشریعۃ اکیڈمی ○ پوسٹ بکس نمبر ۳۳۱ ○ گوجرانوالہ

فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (مومن۔ پ ۲۴)

پھر بچا لیا موسیٰؑ کو اللہ نے بُرے داؤں سے جو وہ کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بُری طرح کا عذاب، وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ان کو صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی قیامت، حکم ہوگا، داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔

حضرت شیخؒ کی یہ تاویل کہ آلِ فرعون میں خود فرعون داخل نہیں ہے، قرآن کے محاورے کے خلاف ہے۔ فرمایا جاتا ہے: اعملوا آل داود شکرا (الآیۃ) میں بالاتفاق حضرت داودؑ مخاطب ہیں۔ اسی طرح آیت ولقد اخذنا آل فرعون بالسنین (الآیۃ) (سورۃ اعراف) میں فرعون بھی بالاتفاق اس مواخذے میں داخل ہے۔

حضرت شیخ اکبرؒ بہت بڑے پائے کے بزرگ ہیں اور بہت بڑے محقق ہیں، اس لیے یہ قول یا تو درحقیقت ان کا ہے ہی نہیں بلکہ ان کی تصانیف میں ملاحدہ نے چھپا کر کے داخل کر دیا ہے جیسا کہ امام العارفین شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ اور دیگر اکابر کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے اور اگر ان کا قول ہی ہو تو یقیناً اس میں ان سے خطا ہوئی ہے۔ وہ بڑے ہیں مگر معصوم نہیں ہیں، اس لیے جمہور کا قول صحیح ہے۔

حدیث نبوی میں وارد ہے کہ اس کے اس قول کے وقت میں حضرت جبرئیلؑ نے دریا کی گارا نکال کر اس کے منہ میں بھر دیا کہ کہیں رحمتِ خداوندی اس کی نگران کار نہ بن جائے۔ (مخافۃ ان تدرکہ الرحمۃ یفعل ان کا یقیناً)

(باقی صفحہ ۱ پر)